حضرت شیخ ابو الحسن علی ہجویری داتا گنج بخشؒ

راہ تصوف میں حجاب علم

عذرا وقار

حضرت شیخ ابو الحسن علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ افغانستان میں غزنی کے قریب ۱۰۰۹ء/۴۰۰ ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب اور شجرۂ طریقت آپ کو حضرت علیؓ سے ملاتا ہے۔[۱]

صوفیائے کرام کا دستور ہے کہ تزکیہ نفس اور روحانی ترقی کے لئے سیر و سیاحت کرتے ہیں۔ آپ نے بھی مختلف مسلم ممالک کی سیاحت کی اور اس دوران بہت سے درویشوں، اولیائے کرام، صوفیائے عظام اور برگزیدہ ہستیوں سے استفادہ حاصل کیا۔ اسی سیر و سفر کے دوران حضرت شیخ ابو القاسم گرگانی، حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر اور حضرت شیخ ابو القاسم قشیری کی صحبتوں سے مستفیض ہوئے۔ صرف خراسان ہی میں آپ تین سو مشائخ سے ملے۔ تصوف کی راہ میں آپ نے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں کیں اور روحانی مقاصد کے لئے تین مہینے بایزید بسطامیؒ کے مزار پر رہے۔

آپ کا پایہ عرفان بہت بلند تھا۔ آپ صاحب صحو تھے اور ہوش مندی کو مستی پر ترجیح دیتے تھے۔ چنانچہ داتا صاحبؒ نے صوفیانہ مزاج کو توازن اور سلیم الطبعی عطا کی۔ ان کے عہد میں تصوف اپنی تاریخ کے دوسرے دور میں تھا جب آزاد منش اور شرع کی سختی سے پابندی نہ کرنے والے صوفیہ مثلاً منصور حلاجؒ، ذوالنون مصریؒ اور خواجہ بایزید بسطامیؒ نے تصوف میں بعض غیر اسلامی عناصر داخل کر دیئے تھے۔[۲] خصوصاً منصور حلاج کے واقعہ قتل (۹۲۲ء/۳۱۰ھ) کے بعد تصوف کے بارے میں پیدا شدہ غلط فہمیوں کو دور کرنا اشد ضروری ہو گیا تھا۔ انہی حالات کے تحت داتا صاحبؒ نے تصوف پر اپنی کتاب کشف المحجوب میں شرع اور اصول دینی پر زور دیا اور خلاف شرع اور غیر اسلامی آمیزش اور تکلفات کی مخالفت کی اور علم و عمل کو برابر کی اہمیت دی تاکہ لوگ صرف قول ہی کو اہم نہ جانیں بلکہ عمل اور حال کو بھی اہمیت دیں۔ لکھتے

ہیں علم اور عمل جدا نہیں ہو سکتے بلکہ ایک کے بغیر دوسرے کا وجود ناممکن ہے۔[۳]

داتا صاحب نے اپنی اس کتاب میں جو بات بھی لکھی ہے وہ قرآن و حدیث اور مشائخ حضرات کے حوالے دے کر لکھی ہے۔ انہوں نے لکھا کہ میں نے اس کتاب کو لکھنے سے پہلے استخارہ کیا اور اغراض نفسانی کو دل سے نکال دیا کیونکہ جس کام میں غرض نفسانی آ جاتی ہے اس سے برکت اٹھ جاتی ہے۔[۴] اور خود بینی اور تکبر سے کام نہ لے اور کام کرتے ہوئے اپنی نیت نیک رکھے۔

داتا صاحبؒ نے مباحث تصوف پر رد و قدح میں تامل نہیں کیا ہے اور تنقید میں دوسروں کی آراء کے ساتھ اپنی رائے بھی نہایت اعتماد سے پیش کی ہے۔ تصوف ہی کے موضوع پر داتا صاحب کی کئی کتابیں ہیں جن میں سے اب اکثر نایاب ہیں مثلاً کشف الاسرار، منہاج الدین، بیان اہل العیان، اسرار الحرف والمونات، الرعایتہ، حقوق اللہ، کتاب فنا و بقا، بحر القلوب، رسالہ کلام حلاجؒ، رسالہ ایمان، دیوان۔

کشف المحجوب میں انسان اور خدا کے درمیان حائل حجابات کی تشریح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی فرماں برداری اختیار کرنے میں انسان کی راہ میں جو رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں وہ دراصل حجابات ہیں جن کے گرنے سے انسان خدا سے دور ہو جاتا ہے اور جن کے اٹھ جانے سے خدا اور انسان کے درمیان فاصلہ کم ہو جاتا ہے۔ کتاب کے ہر باب میں انہوں نے فرداً فرداً مختلف حجابات یا دوسرے الفاظ میں رسومات تصوف کی تشریح کی ہے۔ ان کی رائے میں پہلا حجاب جہالت یا صحیح علم کا نہ ہونا ہے۔ دوسرا حجاب مسئلہ توحید کا صحیح علم نہ ہونا۔ تیسرا حجاب ایمان کے تصور کا ناقص ہونا، چوتھا طہارت سے، پانچواں نماز سے، چھٹا زکوٰۃ سے، ساتواں روزہ سے اور آٹھواں حج کے فرائض سے غفلت ہے۔ نواں بری صحبت سے اجتناب نہ کرنا، دسواں حجاب صوفیہ کی اصطلاحات اور گیارھواں حجاب سماع کا غیر ضروری سنتا ہے۔[۵]

داتا صاحبؒ علم کو بے انتہا اور ایک بہت بڑی طاقت سمجھتے تھے یعنی ان کے خیال میں کامل علم اشیاء وہی تھا جو کسی بھی وسیلے کے بغیر صرف خدا کی طرف سے ہو اور یہ علم ریاضت اور مشاہدہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ بغیر صحیح علم اور عمل کے محض ظاہری رسومات کے خلاف تھے اور خالص علم، خالص تصوف اور خالص عبادت کی بات کرتے تھے۔ یعنی ایسا علم جو اشیاء کا صحیح شعور دے کر ان کی صحیح شکل دکھا کر ان کے ادراک میں انسان کی مدد کرے نہ کہ چیزوں کی غیر حقیقی شکل دکھائے۔ اسی طرح ان کے خیال میں خالص تصوف کے حامل صوفیہ ہی صحیح راستے پر چلتے ہیں۔ جعلی اور خود ساختہ پیروں اور راہ سے بھٹکے ہوئے صوفیہ

داتا صاحب کے خیال میں، تصوف کی روح کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ صحیح عبادت بھی وہی ہے جو خدا اور انسان کے درمیان سے حجابات دور کر کے بندے کو خدا سے قریب تر کر دے۔ اور یہ اسی وقت ممکن تھا جب انسان خود کو رسومات سے دور کر کے علم کے ذریعے اپنے نفس کو مہذب کر لے۔[٦]

صوفیہ کے نزدیک معرفت اپنی جہالت کو جان لینے کا نام ہے۔ کشف المحجوب میں پہلا باب علم کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔ اس میں داتا صاحبؒ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ کسی سچائی کے بارے میں الفاظ گھڑ لینا ہی علم نہیں کہلاتا بلکہ اس کے لئے اس شے کا صحیح ادراک ضروری ہے۔ جس انسان کے دل پر دنیاوی حرص و خود غرضی کا پردہ پڑا ہو وہ حقیقی علم حاصل نہیں کر سکتا۔ البتہ یہ علم دنیاوی ترقی کے لئے ایک زینہ ضرور بن سکتا ہے۔ جبکہ خدا، کائنات اور انسان کے بارے میں علم حاصل کرنے کے لئے آخرکار انسانی علم ادھورا ثابت ہوتا ہے۔ علم انسان کیلئے حجاب کیسے بن جاتا ہے۔ اس کے متعلق داتا صاحبؒ لکھتے ہیں۔

آنکہ نیا موزد و برجہل مصر باشد شرک بود
و آنکہ بیا موزد و اندر کمال علم خود وی را
معنی ظاہر گردد و پندار علمش بر خبرد
وندانند کہ علم وی بجز اندر علم عاقبت
نسیت کہ سیمات را اندر حق معانی
تاثیری نباشد بجز او از دریافت علم دریافت باشد[٧]

ترجمہ:

وہ لوگ جو نہیں جانتے اور اپنے جہل پر مصر ہیں، مشرک ہیں اور وہ لوگ جو جانتے ہیں اور ان پر ان کے علم کے کمال نے حقیقی معنی ظاہر کر دیئے ہیں۔ ان پر فضل الٰہی سے یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ ان کا علم اپنے انجام سے لاعلمی اور عجز محض کے سوا کچھ نہیں۔ کیوں کہ سچائیوں کا نام رکھ لینے سے ان کا ادراک نہیں ہوتا اور علم حاصل کرنے سے انسان کو محض اپنی لاعلمی کا ادراک ہوتا ہے۔

اس نقطۂ نظر کے مقابلے میں وہ سوفسطائیوں کا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں[٨] کہ سوفسطائی ملحد ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ حقائق اشیاء کا علم تحقیقی حاصل ہونا ممکن نہیں اور علم اشیاء کی کوئی حیثیت نہیں۔ علی ہجویریؒ لکھتے ہیں کہ اگر انہیں اس امر کا علم ہو گیا ہے کہ حقائق اشیاء کا علم حاصل ہونا ممکن نہیں تو خود ہی اثبات علم کر رہے ہیں اور اگر ان کے خیال میں علم حاصل نہیں ہو سکتا تو وہ نفی کا علم تو حاصل کر

ہی رہے ہیں- دونوں صورتوں میں وہ غلط کہتے ہیں- اگر داتا صاحب کی اس دلیل کو پرکھا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دراصل سوفسطائیوں اور داتا صاحبؒ کے نظریات دو علیحدہ علیحدہ مکاتیب فکر سے تعلق رکھتے ہیں جو ایک طرف بے یقینی و عقلیت پرستی اور دوسری طرف ایمان و عقیدہ پرستی کے جدا جدا بیجوں سے پھوٹتے ہیں- جہاں سوفسطائی ہربات کو علم و منطق کی روشنی میں پرکھتے ہیں وہاں داتا صاحبؒ توحید و ایمان و عقیدہ کے حوالے سے انسانی علم کو عاجز خیال کرتے ہیں-

سوفسطائیوں کے حوالے ہی سے لکھتے ہیں[۹] کہ جب عوام سوفسطائیوں کے خیالات سنتے ہیں تو اہل تصوف کو بھی انہیں میں شامل سمجھتے ہیں کہ ان کے اعتقادات بھی یہی ہیں اور صوفیا بھی حق کو باطل سے جدا کرنے کے قابل نہیں ہیں-[۱۰] تصوف کے بارے میں غلط خیالات اور جعلی علما، پیروں اور صوفیا پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جعلی علما اور صوفیہ ہی کے باعث تصوف کے بارے میں لوگوں میں غلط تاثرات پھیلے ہوئے ہیں- لکھتے ہیں کہ ان کے عہد میں تصوف کا صرف نام ہی رہ گیا تھا جبکہ اس سے پہلے یہ ایک حقیقت تھا مگر اس کا کوئی نام نہ تھا- کیوں کہ محض نام رکھنے سے ہی کسی علم کا ادراک نہیں ہوا کرتا-

ان کے خیال میں زمانے کا فساد دراصل انسان کے اندرونی فساد کی بیرونی شکل ہے- آپ لکھتے ہیں[۱۱] کہ رب العزت نے ہمیں ایسے زمانے میں پیدا کیا ہے کہ اہالیان زمانہ حظوظ حرص و ہوا کو شریعت بنا بیٹھے اور طلب جاہ اور ریاست و تکبر کو عزت و علم سمجھ لیا اور ریاکاری و نمائش کو خوف الٰہی قرار دے لیا اور بغض، حسد و کینہ کو حلم و بردباری بنا لیا- مجادلہ کا نام مناظرۂ دین رکھ لیا- لڑائی جھگڑا، کمینہ پن کا نام غیرت رکھ لیا- نفاق کے معنی زہد کر لئے اور غنا باطل کو ارادت بتانے لگے- ایسے علماء کو دنیا میں اپنے سے زیادہ عزت والا کوئی نظر نہیں آتا اور عوام ان کی نظر میں کم تر ہوتے ہیں حالانکہ عالم کی شان یہ ہونی چاہئے کہ ان میں غرور نام کا بھی نہ ہو- حضرت ابن معاذ رازی کے حوالے سے انہوں نے ایک اور جگہ لکھا ہے کہ تین قسم کے لوگوں سے اجتناب ضروری ہے- غافل بے عمل عالم، اصولوں پر سختی سے کاربند ہونے والا سخت دل فقیر اور خود ساختہ جاہل صوفیہ- کیونکہ جاہل اپنے غرور و نخوت کو اپنی زیرکی اور ہوشیاری جانتے ہیں اور اس پر فریفتہ ہوتے ہیں اور کلام میں اس قدر تصنع پسند کرنے والے ہوتے ہیں کہ ان کا کلام عوام میں نہایت دقیق اور باریک مشہور ہوتا ہے اور آئمہ کرام کی شان میں اور اپنے استادوں کی قابلیت میں ان کی زبان دراز ہوتی ہے اور بزرگان دین و سلف صالحین کے مقابلہ میں اپنی علمی فوقیت بگھارتے ہیں-[۱۲] حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام

جہان کا عالم کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔[۱۳] داتا صاحب عاجزی، حلم اور بردباری کا سبق دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انسان کو چاہئے کہ علم حاصل کرنے اور اس پر بحد وسعت عمل کرنے کی سعی کرے اور یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ بندہ جب علم میں درجہ کمال حاصل کر لیتا ہے تو وہ علم الٰہی کے مقابلہ میں ایک جاہل کا درجہ پاتا ہے۔ پس لازم ہے کہ انسان وہاں تک علم حاصل کرے اور حقائق جانے جہاں تک کہ وہ نہ جانتا تھا اس اجمال کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی بندگی کے سوا کچھ جان ہی نہیں سکتا۔[۱۳] تمام معلومات الہیہ کا احاطہ کرنا انسان کے لئے ناممکن ہے۔ کیونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا جاننے والا ہے۔ کائنات کی تمام چیزیں قرآن کی زبان میں "متاع قلیل" ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ خدا کی ذات و صفات کا علم، دیگر علوم غیب میں سے بعض اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو عطا فرمایا۔ خدا کا علم ذاتی ہوتا ہے اور بندے کو خدا علم عطا کرتا ہے۔ اس لئے بندے کا علم محدود ہے۔[۱۴]

اسی طرح داتا صاحبؒ علم کے غلط اظہار اور استعمال کو جائز نہ سمجھتے تھے اور متوازن اور باہوش صوفیا کو مست الست صوفیا پر ترجیح دیتے تھے۔ ان کے خیال میں جو صوفی راہ ملامت پر چلتا ہے اور خلاف شرع کام یا کلام کرتا ہے تو یہ صراحتہ "گمراہی اور وضاحتا" آفت اور ہوس کاذب ہے۔ کیونکہ بہت سے صوفیہ لوگوں کو رد کر کے دراصل ان کا رجحان اپنی طرف بڑھانے کی سعی کرتے ہیں۔ انہوں نے منصور حلاجؒ کے رویئے کو ناپسند کیا اور لکھا کہ اس قسم کے مغلوب الحال صوفیوں کے کلام کا ہرگز اتباع نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ اپنے حال سے اس قدر مغلوب ہوتے ہیں کہ ان میں قطعی استطاعت نہیں ہوتی اور صوفیائے کرام میں سے ان کی پیروی کرنی چاہئے جو صاحب استقامت ہوں۔ منصور حلاجؒ کو داتا صاحب دل میں عزیز رکھتے تھے لیکن ان کے خیال میں ان کی حالت مستقیم نہ تھی اور ان کے کلام میں خوف فتنہ تھا۔ داتا صاحب نے لکھا کہ ابتداء میں خود ان پر بھی ایسی کیفیت گزر چکی تھی اور تصوف میں دراصل صحیح قدم اور پاکیزہ روش ہی پسندیدہ تھی۔[۱۵]

چنانچہ داتا صاحب بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ علم حاصل کرنا یا راہ تصوف میں منازل طے کرنا خدا کو پہچاننے کا ذریعہ ہے۔ اس کو حاصل نہ سمجھنا چاہئے۔ نہ ہی اس سلسلے میں تکبر اور غرور کرنا چاہئے اور نہ اس وسیلے کو حقیقت کی پہچان کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔ اس کے علاوہ علم حاصل کر کے مغلوب الحال ہو جانا یا خود پر مستی طاری کر کے منہ سے گمراہ کن کلمات نکالنا بھی ان کے خیال

میں مستحسن فعل نہ تھا- کیوں کہ ہوش مندی ہی راہ سلوک کی ہدایت یافتہ صورت تھی-

اختتامیہ

ابو الحسن علی ہجویری داتا گنج بخشؒ ایک ایسے عہد میں پیدا ہوئے جب تصوف پر عربی' ایرانی اور ہندو اثرات اپنا اثر ڈال چکے تھے- اسی لئے کسی ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو تصوف میں ادھر ادھر سے شامل ہونے والے رسمی عناصر کی نشان دہی کرتی اور تصوف کی اصل روح کو بیدار کرتی اور اس سلسلے میں لوگوں کی رہنمائی کرتی- داتا صاحبؒ نے یہ کام بطریق احسن انجام دیا اور سچائی کی تلاش میں پرعزم رہنے کی راہ دکھائی- انہوں نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں تصوف کی راہ میں آنے والی تمام مشکلات اور ان کا حل پیش کیا ہے اور خدا ... انسان کے درمیان حائل حجابات کو بیان کیا ہے- داتا صاحبؒ نے تصوف میں خلاف شرع عناصر کی مخالفت کی اور اس کے ساتھ ساتھ تصوف میں کٹر مذہبی رویوں کو بھی ناپسند کیا اور خدا کے خوف کی بجائے اس کے ساتھ سچی اور خالص محبت کا رشتہ استوار کرنے کی راہ اختیار کی' جس کے لئے انہوں نے علم حاصل کرنے کے ساتھ عمل کرنے پر یکساں زور دیا کہ عمل کے بغیر علم بے کار ہے-

حوالہ جات

۱- ابو الحسن علی بن عثمان ہجویری' کشف المحجوب' ترجمہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری' لاہور' اسلامک بک فاؤنڈیشن' ۱۹۸۵ء' پیش لفظ' ۱۲'۱۳

۲- شیخ محمد اکرام' آب کوثر' لاہور' فیروز سنز لمیٹڈ' ۱۹۷۱ء' ۷۶

۳- ابو الحسن علی بن عثمان ہجویری' ۸۱

۴- ایضاً' ۶۶-۶۸

۵- ایضاً-

۶- ایضاً' ۷۹-۹۴

۷- ابو الحسن علی بن عثمان ہجویری' کشف المحجوب (فارسی)' (نسخہ قرآن) لاہور' اسلامک بک فاؤنڈیشن' ۱۹۷۸ء' ۱۹

۸۔ ابو الحسن علی بن عثمان ہجویری ، ۸۸

۹۔ ایضاً، ۸۹

۱۰۔ ایضاً، ۷۵

۱۱۔ ایضاً، ۹۲

۱۲۔ ایضاً، ۹۲–۹۳

۱۳۔ ایضاً۔

۱۴۔ احمد رضا خان بریلوی، الدولتہ المکیہ، لاہور، مکتبہ نبویہ، ۱۹۸۷ء، ۶۸–۶۹

۱۵ ۔ ابو الحسن علی بن عثمان ہجویری، ۶۸

سہ ماہی مجلہ

فکرونظر

فکرونظر ادارہ تحقیقات اسلامی کا اُردو مجلّہ ہے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کو مستقل تحقیقی تصانیف پیش کرنے کے علاوہ گذشتہ تیس برس سے اپنے عربی، انگریزی اور اردو مجلّات کے ذریعے اسلامی علوم، تہذیب، ثقافت اور زبان و ادب سے متعلق گرانقدر علمی مضامین کی اشاعت کا شرف بھی حاصل ہے۔ مجلّہ 'فکرونظر' کے خصوصی شمارے اپنے اپنے موضوعات پر مآخذ کی حیثیت رکھتے ہیں جن میں سیرت نمبر، یوم تاسیس نمبر، نفاذ شریعت نمبر، حج نمبر، سید صباح الدین عبدالرحمٰن نمبر خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔

بدل اشتراک

قیمت فی شمارہ: ١٠ روپے
سالانہ چندہ: ٣٥ روپے

ادارہ تحقیقات اسلامی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی
پوسٹ بکس نمبر ١٠٣٥
اسلام آباد ٤٤٠٠٠
پاکستان